© rasailojaraid.com

قاری مجیب الرحمٰن (لاہور)

بت ہم کو کہیں کافر!

یکم مارچ ۲۰۰۷ء کے ''نوائے وقت'' میں محترم ڈاکٹر اکبر علی الازہری نے اپنے مضمون بعنوان ''قومی تاریخ کی غلط تفہیم......ایک المیہ'' میں جس بے باکی اور لسانی سے تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہمیں مصطفیٰ زیدی کا یہ شعر یاد آ گیا:

ہمارے واسطے یہ رات بھی مقدر تھی
کہ حرف آئے ستاروں پہ بے چراغی کا

اس عہد کا المیہ صرف یہ نہیں ہے کہ لوگ تاریخ کی صحیح تفہیم کا شعور نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ ''خطا تو خود ان کی اور الزام ہم پر'' کے مصداق دوسروں کی آنکھ میں کانٹے دیکھنے والے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھنے سے قاصر ہیں۔ غالباً مولانا رومی کے حوالے سے ایک واقعہ پڑھا تھا کہ ایک کالے بھجنگ حضرت کہیں جنگل میں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک آئینہ پڑا پایا۔ اٹھا کر دیکھا تو اپنی مبارک صورت نظر آئی۔ دیکھتے ہی زمین پر پٹخ دیا اور فرمانے لگے:

''اتنے بدصورت ہو تبھی تو کوئی یہاں پھینک گیا ہے۔''

زشت رُو توڑتے ہیں آئینے
آئینوں کی ہنسی نہیں رکتی

محترم ڈاکٹر اکبر علی الازہری کا مذکورہ مضمون اس بات کی عمدہ مثال ہے۔ محترم مضمون نگار نے جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری اطلاعات کے اس بیان پر کہ ''اقبال اور قائد اعظم نے فروغِ اسلام میں کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کیا'' اپنے مضمون کا تانا بانا تیار کیا ہے۔ اس بیان سے مضمون نگار کو اگر اختلاف ہے تو ہمیں بھی اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ہمیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب موصوف نے ''بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا'' کے مصداق جمعیت کے سیکرٹری اطلاعات سے اختلاف کا ذکر کرتے کرتے جمعیت علماء ہند کے اکابرین پر حرف گیری اور دیوبندی مکتبِ فکر اور ان کے افکار و نظریات کی خبر گیری شروع کر دی۔ مقطع کہتے کہتے انھوں نے جو سخن گسترانہ باتیں کی ہیں وہ کچھ یوں ہیں:

(۱) اس طبقے کی ذہنی ساخت میں کسی ایسے شخص کو قومی ہیرو یا قائد تو کجا مسلمان ماننے کی بھی گنجائش نہیں جو ان کے اخذ کردہ نتائج و افکار کے سانچے میں نہ ڈھلا ہو۔

(۲) کون نہیں جانتا کہ یہ جمعیت علمائے اسلام اسی جمعیت علمائے ہند کا پاکستانی ایڈیشن ہے۔ جس نے تحریک پاکستان میں ڈٹ کر مسلم لیگ کے منشورانہ قیادت کی مخالفت کی......قائد اعظم اور اقبال اگر ان علماء کے کفریہ فتوؤں کے خوف سے الگ ہو کر بیٹھ جاتے یا ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر کانگریسی ملاؤں کے ہم نوا بن جاتے تو آج ان کا نام اس ''مقدس لسٹ'' میں شامل ضرور ہوتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳)　قائداعظم نے قیامِ پاکستان کے بعدان لوگوں کو کھلے دل کے ساتھ نہ صرف قبول کیا بلکہ قوم کو تلقین کی کہ وہ پرانی تلخیوں کو بھلا کر تعمیرِ پاکستان میں لگ جائیں ۔مگراس طبقے کے اکابرین نے اپنا غصہ نہیں تھوکا۔

(۴)　(تحریک) قیامِ پاکستان میں اس جماعت کے اکابرین حسین احمد مدنی ،مفتی کفایت اللہ دہلوی ،حبیب الرحمٰن لدھیانوی ،مولانا ابوالکلام آزاد...... نے اس سادہ سی بات (دوقومی نظریے) کو سمجھنے کی بجائے جب اس کے خلاف دلائل دینے شروع کر دیئے کہ قومیں نظریے اور مذہب سے نہیں بلکہ علاقائی اور جغرافیائی شناخت سے بنتی ہیں ۔لہٰذا ہندوستان کے تمام باشندے ایک قوم ہیں ۔اس لیے اس کی تقسیم نہیں ہونی چاہیے ۔آ گے مولانا حسین احمد مدنی سے متعلق علامہ اقبال کی کتاب ''ارمغانِ حجاز'' سے یہ شعر ''عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ......الخ نقل کیے ہیں ۔پھر لکھتے ہیں:

اقبال جیسے دانا وبینا شخص کے ان دوٹوک تاثرات کے بعد کسی کے پاس کیا تاب سخن ہے کہ وہ اس مکتبہ فکراوران کے فکری ورثاء کی خدمت میں کچھ عرض کر سکے ۔آخر میں تان اس پرٹوٹی ہے کہ:

''اس مکتبہ فکر کی درس گاہوں سے پڑھ کر جنونی لوگ (الا ماشاءاللہ) وطن عزیز اور بیرون ملک انتہا پسندی کی ایسی مثالیں قائم کر رہے ہیں ۔جس کے انجام کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا ہے ۔''

جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا کہ مقطع پر ہمیں اعتراض نہیں ۔لیکن مضمون نگار نے اپنی سخن گسترانہ باتوں سے جس طرح تاریخ کے چہرے پر نقاب ڈال کر حق پوشی کی جوادنیٰ کوشش کی ہے تاریخ کا طالب علم ہونے کے ناتے ہم اس تعصب کا پردہ چاک کرنا ضروری سمجھتے ہیں ۔

اکابرین جمعیت علماء ہند نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی ۔اس پر اگر کوئی صاحب معترض ہیں تو یہ اُن کا حق ہے لیکن اقبال اور قائداعظم پر ان علماء کے کفریہ فتووں کا الزام لگانا اس چالاک آدمی کا ہی کام ہوسکتا ہے ۔جس کے بارے میں کہا گیا ہے:

جھوٹی بات بنائے ،پانی میں آگ لگاوے

علامہ اقبال کے معتمد خاص سید نذیر نیازی سے کون واقف نہیں ۔اقبال کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی کتاب "Reconstruction of relegious thought in Islam" کے اردو ترجمے کے لیے ان کا انتخاب کیا ۔ان کی مشہور کتاب ''اقبال کے حضور'' سے سبھی مداحین اقبال واقف ہیں ۔اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۹ پر سید نذیر نیازی مولانا دیدار علی خطیب مسجد وزیر خان لاہور کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا دیدار علی مرحوم بڑے مکفر تھے ۔ان کی تکفیر سے شاید ہی کوئی شخص بچا ہو۔اقبال کافر ،ظفر علی کافر ،کچلو کافر ۔''

اس فتوے کی تفصیل مولانا عبدالمجید سالک کی کتاب ''ذکرِ اقبال'' میں بھی موجود ہے ۔سالک صاحب لکھتے ہیں:

''اس فتوے پر ملک بھر میں شور مچ گیا ۔مولوی دیدار علی پر ہر طرف سے طعن وملامت کی بوچھاڑ ہوئی ۔مولانا سید سلمان ندوی نے ''زمیندار'' میں اس جاہلانہ فتوے کی چتھاڑ کر دی......مسلمانوں کے تمام طبقات عالم وعامی ،قدیم تعلیم یافتہ اور جدید پڑھے ہوئے لوگ علامہ اقبال کو نہایت مخلص مسلمان ،عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ،دردمندِ ملت ،حامی دینِ اسلام تسلیم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے علماء کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نزدیک اقبال جیسا مسلمان بھی کافر ہے تو مسلمان کون ہے؟'' (ص ۱۲۷ تا ۱۳۰)

اس زمانہ (۱۹۲۵ء کے لگ بھگ) میں ڈاکٹر کچلو اور مولانا ظفر علی خان بھی مولانا دیدار علی صاحب کے ذوقِ تکفیر کا نشانہ مشق بنے۔ مولانا دیدار علی ایک جماعت ''حزب الاحناف'' کے صدر تھے۔ تکفیر کی گرم بازاری کے سلسلے میں ''حزب الاحناف'' گراں قدر ''خدمات'' سرانجام دے رہی تھی۔

شورش کاشمیری کے بقول:

> ''ڈاکٹر کچلو اور علامہ اقبال تو کفر کی سند حاصل کرنے کے بعد خاموش رہے۔ لیکن ظفر علی خان کو کون خاموش کر سکتا تھا۔ وہ مردِ مجاہد تنہا بدعتی محاذ سے ٹکرا گیا۔ اور نظم ونثر اور تحریر وتقریر سے بدعتیوں کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ بریلوی کفر سازوں نے ظفر علی خاں کے مقابلہ میں آنے کے بجائے خفیہ طریقوں سے خطوط کے ذریعے انھیں قتل کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔'' (''چٹان'' ۳؍دسمبر ۱۹۶۲ء)

ملاحظہ فرمایئے! اسی سلسلے میں کہے گئے مولانا ظفر علی خان کے چند اشعار:

جب سے پھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی　　دید کے قابل ہے اس کا انعکاس و انعطاف
سید احمد خان پہ سب و شتم کی بارش کہیں　　اور کہیں علامہ شبلی کو گالی واشگاف
زندگی اس کی ہے ملت کے لیے پیغامِ موت　　کر رہا ہو جو بجائے کعبہ قبروں کا طواف

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

محمد کے غلاموں پہ ہے جاری کفر کا فتویٰ
شریعت کو ہے مشکل بوجھنا آج اس پہیلی کا

قاضی افضل حق قرشی (''اقبال کے ممدوح علماء'') کے مطابق مولانا محمد قاسم نانوتوی، سرسید، شبلی، حالی، ظفر علی خان، ابوالکلام، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، محمد علی جوہر کے بعد اقبال اور قائداعظم بھی ان کی دست درازیوں سے نہ بچ سکے:

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

ایسے کفریہ فتوؤں سے ہزاروں صفحات سیاہ کیے گئے۔ محترم قاضی صاحب نے ایسے کفریہ فتاویٰ پر مشتمل کتب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(۱)　قہر القادر علی الکفار اللیاڈر۔ مصنفہ مولوی محمد طیب قادری فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

(۲)　احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ۔ مصنفہ مولوی حشمت علی خان

(۳)　الدلائل القاہرہ علی الکفرہ النیا شرہ...... مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے زعماء پر مولوی احمد رضا خاں کا فتویٰ تکفیر۔ جو بعد میں مسلم لیگ پر بھی چسپاں کر دیا گیا۔ اس فتوے کی تائید پر مولوی نعیم الدین مراد آبادی، مولوی دیدار علی، مولوی عبدالحلیم صدیقی میرٹھی (والد الشاہ احمد نورانی) سمیت انھی بریلوی علماء کے دستخط ثبت ہیں۔

علامہ اقبال سرکشن پرشاد کے نام حافظ جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''حافظ جماعت علی شاہ صاحب کو میں بہت عرصہ سے جانتا ہوں۔ وہ ہمارے ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں......ایک دفعہ بنگلور میں ان کی وجہ سے بہت فساد ہونے کو تھا...... بے اعتنائی ان لوگوں کی بالعموم مصنوعی ہوتی ہے اور اس میں سینکڑوں اغراض پوشیدہ ہوتی ہیں......ان کے ہاں جانے کی ضرورت نہ تھی۔ آپ ان کی سمجھ اور گرفت سے بالاتر ہیں۔'' (''اقبال نامہ''۔ حصہ دوم ص ۱۷۹،۱۸۰)

اب محترم مضمون نگار فرمائیں کہ بریلوی مکتبِ فکر کے علماء کے سوا برعظیم پاک و ہند کے کسی بھی عالم نے اقبال وقائد کی تکفیر کی ہو تو اس کا نام بتائیں اور حوالہ دیں اور اگر نہیں بتا سکتے تو کس طرح کسی دوسرے مکتبہ فکر کی تکفیر سازی کا ملبہ جمعیت علماء ہند اور علماء دیو بند پر ڈال دیا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

جہاں تک مضمون نگار کی اس بات کا تعلق ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی اس طبقے کے اکابرین نے اپنا غصہ نہیں تھوکا۔ اور جب بھی موقع ملا اس کا اظہار کر دیا...... بہتر تھا مضمون نگار اس بات کا حوالہ بھی دیتے۔ لیکن جب یہ بات مبنی برحق نہ ہو تو وہ اس کا حوالہ کہاں سے لائیں۔ اگر تو مضمون نگار کو حضرت مفتی صاحب مرحوم کی اس بات سے (اور اگر یہ سچ ہے تو) اختلاف ہے کہ ''اللہ کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہیں'' تو اس کا بھی انھیں حق ہے......لیکن سارے اکابر دیو بند کے متعلق یہ بات کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ حالاں کہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا تھا:

''میری آخری رائے اب بھی یہی ہے کہ ہر مسلمان کو پاکستان کی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنی چاہئیں اور اس کے لیے عملی قدم اٹھانا چاہیے۔''

اور یہی رائے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تھی...... بلکہ حضرت مدنی نے کہا کہ اب پاکستان کا حکم مسجد کا حکم ہے اور مولانا آزادؒ نے فرمایا تھا:

''پاکستان نہ بنتا تو اور بات تھی لیکن اس کا بن کر بگڑنا پورے عالم اسلام کی توہین ہے۔''

مضمون نگار کا یہ لکھنا بھی خلافِ حقیقت ہے کہ اس جماعت کے اکابرین نے کہا تھا کہ قومیں نظریئے اور مذہب سے نہیں بلکہ علاقائی اور جغرافیائی شناخت سے بنتی ہیں...... ہاں البتہ یہ بات حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے منسوب ضرور کی گئی تھی۔ اس پر علامہ اقبال نے مولانا کے خلاف اپنے یہ اشعار کہے جو ''ارمغانِ حجاز'' میں شامل ہیں۔ لیکن کیا فاضل مضمون نگار کو یہ معلوم ہے کہ علامہ اقبال اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ایک مشترکہ عقیدت مند علامہ طالوت نے اس بات کا تصفیہ کرادیا تھا کہ حضرت مدنیؒ سے منسوب یہ بیان غلط تھا۔ چنانچہ اس کے بعد علامہ اقبال کا یہ تردیدی بیان ۲۸؍مارچ ۱۹۳۸ء کو روزنامہ ''احسان'' لاہور میں شائع ہوا کہ مجھے اس اعتراف کے بعد اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ نیز ایڈیٹر ''احسان'' کے نام خط میں علامہ اقبال نے لکھا کہ میں مولانا کے عقیدت مندوں......کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیتِ دینی کے احترام میں، میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب رہ گیا یہ سوال کہ پھر یہ تین اشعار علامہ اقبال کے مجموعۂ کلام ''ارمغانِ حجاز'' میں کیوں کر شامل ہیں۔ تو ان کے بارے میں ماہرِ اقبالیات خواجہ عبدالوحید، پروفیسر یوسف سلیم چشتی اور ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی رائے یہ ہے کہ یہ مجموعۂ کلام علامہ کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ اگر یہ مجموعہ علامہ کی زندگی میں چھپتا تو یہ اشعار اس میں شامل نہ ہوتے۔ اس بات کی تائید ابھی حال ہی میں ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' ملتان میں شائع ہونے والے لندن میں مقیم انڈین نژاد عالم دین مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کے مضمون سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں نہ صرف مشہور ماہر اقبالیات پروفیسر محمد شریف بقا نے ان کی تائید کی ہے۔ بلکہ فرزندِ اقبال، محترم جاوید اقبال نے بھی اسی نقطۂ نظر کی حمایت کی ہے۔ مولانا سنبھلی نے فرزندِ اقبال سے یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ ان اشعار کو کلام اقبال سے حذف کر دیا جائے۔ جس پر فرزندِ اقبال کا جواب تھا کہ اب بوجوہ یہ چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے۔

مضمون نگار صاحب اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اقبال جیسے دانا و بینا شخص کے ان دوٹوک تاثرات کے بعد کسی کے پاس کیا تابِ سخن ہے کہ وہ اس مکتبہ فکر اور ان کے فکری ورثاء کی خدمت میں کچھ عرض کر سکے۔'' ''دوٹوک تاثرات'' کی حقیقت آپ اوپر کی سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس کے بعد تابِ سخن باقی رہنی بھی نہیں چاہیے۔ لیکن ہمارے اور مضمون نگار کے مشترک ممدوح حضرت علامہ اقبال کو البتہ اس مکتبِ فکر کی مدحت سے باز رکھنا ہمارے بس کی بات بھی نہیں ہے اور نہ ہی مضمون نگار کی۔ چونکہ مضمون نگار، اقبال کو دانا و بینا شخص مان چکے ہیں...... اس لیے اس مکتبِ فکر کی صفائی میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے اقبال کے خیالات پر ہی اکتفا کریں گے۔

سید نذیر نیازی نے ''اقبال کے حضور'' میں لکھا ہے کہ اقبال نے ایک دفعہ فرمایا:

> ''دیوبند ایک ضرورت تھی۔ اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل۔ وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے۔'' (ص ۲۹۳)

نیز صاحبزادہ آفتاب احمد خان کے نام ''علوم اسلامیہ'' کے متعلق ان کے نوٹ کے جواب میں لکھا:

> ''میری رائے ہے کہ دیوبند اور ندوہ کے لوگوں کی عربی علمیت ہماری دوسری یونیورسٹیوں کے گریجویٹ سے زیادہ بہت زیادہ ہوتی ہے۔'' (''اقبال نامہ''۔ حصہ دوم۔ ص ۲۱۷)

اسی مکتبِ فکر کے ایک بڑے عالم اور دارالعلوم دیوبند کے مدرس حضرت مولانا انور شاہؒ سے اقبال کے بڑے گہرے تعلقات تھے اور وہ مختلف اشکالات کے لیے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے استفادہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی وفات پر اقبالؒ نے لاہور میں تعزیتی جلسہ اپنے اہتمام سے کرایا اور اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا:

> ''مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کی مثال پیش کرنے سے اسلام کی پانچ سو سال کی تاریخ عاجز ہے۔''

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اسی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی عظیم شخصیت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ ارشد حضرت سید سلمان ندویؒ کے متعلق اقبال نے لکھا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''مولانا شبلی کے بعد آپ استاذ الکل ہیں ('' اقبال نامہ'' ۔اوّل ص ۷۱) ایک دفعہ فرمایا: ''علومِ اسلامیہ کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلمان ندویؒ کے اور کون ہے۔'' (حوالہ بالا ۔ص ۱۱۱)

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے متعلق فرمایا کہ شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں......ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے مجلسِ خلافت کے ان ارکان سے ہمدردی ہے......خاص کر مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور خواجہ عبدالرحمٰن غازیؒ ایسے مشہور کارکنوں سے ہمدردی ہے۔ (''گفتارِ اقبال'' ص ۴۰،۴۱)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے متعلق فرمایا کہ ''میرے دل میں مولانا ابوالکلام آزاد کی بڑی عزت ہے اور ان کی تحریک سے ہمدردی۔'' (''اقبال نامہ'' اوّل ص ۱۱۱)

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کو مشورہ کے لیے گھر میں مدعو کیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے متعلق خواجہ حسن نظامیؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھا:

> ''حضرت! میں نے جلال الدین رومی کی مثنوی کو بیداری میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سے پوچھئے کہ وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں۔ میں اس بارے میں اِنھی کا مقلد ہوں۔'' (مقالات ۔ص ۱۸۰)

اب مضمون نگار کو اپنے ممدوح علامہ اقبال کی دانائی و بینائی پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے ان خیالات سے رجوع کر لینا چاہیے......اور اقبال کی طرح علمائے دیوبند کے علم وفضل اور دینی خدمات کا اعتراف کر لینا چاہیے۔

آخری بات یہ کہ مضمون نگار کو اس طبقۂ فکر کے متعلق وہ علماء تو یاد رہے جنھوں نے تحریک پاکستان سے اختلاف کیا تھا لیکن انھیں اس مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے عظیم عالم دین مولانا اشرف علی تھانویؒ کا خیال کیوں نہیں آیا۔ جن کے متعلق قائداعظم نے فرمایا تھا کہ ''مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کے علم وتقدس اور تقویٰ کو اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہوگا۔ وہ مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں۔ مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے۔'' اور اسی مکتب فکر کے علماء کی خدمات کے اعتراف کے طور پر قائداعظم نے پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو بخشا اور قائداعظم کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی اس مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے عالم دین مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے حصے میں ہی آئی......اس کے باوجود بھی مضمون نگار کا یہ کہنا کہ ''اس مکتبہ فکر کی درس گاہوں سے پڑھ کر نکلنے والے جنونی لوگ (الا ماشاءاللہ) وطن عزیز اور بیرون ملک انتہا پسندی کی ایسی مثالیں قائم کر رہے ہیں جن کے انجام کو دیکھ کر حوف محسوس ہوتا ہے تو اس پر ہم اکبرالہٰ آبادی کے الفاظ میں یہی عرض کر سکتے ہیں:

سورج میں لگے دھبا' فطرت کے کرشمے ہیں
بت ہم کو کہیں کافر' اللہ کی مرضی ہے

© rasailojaraid.com